قرآن کی سائنسی تعبیرات وتشریحات-ایک محاکمہ

*عثمان احمد

With the advancement of technology and scientific inventions humanity faces numerous changes and problems, and the issue of transplantation of human organs and tissues from one person to another is one of those problems. The parliament of Pakistan, in order to address the problems emerged from transplantation of human organs and tissues, promulgated a new enactment titled the Transplantation of Human Organs and Tissues Act 2010. However the author, in view of Islamic injunctions and commandments, could not find him satisfied and therefore he, in this article, studied the issue thoroughly. The author, in this study, studied the issue in light of teachings of the Holy Quran and the Sunnuah of the Prophet (peace be upon him) and he also took evidences from classical fiqhi schools. He brought some cogent results as food for thought for academicians, legislators and judicial circles. The findings of the author are at the end of the article and these findings will eventually attract the attention of relevant circles. The author hopes that this article will definitely open some new avenues for learned circles.

قرآن حکیم اللہ جل شانہ کی لاریب کتاب ہے جو خاتم النبین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے قلب اطہر پر نازل ہوئی۔اس عظیم الشان کتاب میں رشد وہدایتِ انسانی کے لیے درکار تمام اصول وضوابط کا جامع بیان موجود ہے۔اللہ جل شانہ نے مجرد کتاب کو نازل نہیں کیا بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ کو اس کا قاری، شارح، مبیّن، مبلّغ، مفسّر اور عامل ومتبعِ قرآن بنا کر مبعوث فرمایا۔قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِی بَعَثَ فِی الْأُمِّیِّینَ رَسُولاً مِّنْهُمْ یَتْلُو عَلَیْهِمْ آیَاتِهِ وَیُزَکِّیهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَإِن کَانُوا مِن قَبْلُ لَفِی ضَلَالٍ مُّبِینٍ (۱)

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤمِنِینَ إِذْ بَعَثَ فِیهِمْ رَسُولاً مِّنْ أَنفُسِهِمْ یَتْلُو عَلَیْهِمْ آیَاتِهِ وَیُزَکِّیهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَإِن کَانُواْ مِن قَبْلُ لَفِی ضَلالٍ مُّبِینٍ (۲)

یَا أَیُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَیْکَ مِن رَّبِّکَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ (۳)

*لیکچرر، شعبۂ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

وَمَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (۴)

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ (۵)

نبی کریم ﷺ کو اللہ جل شانہ جو فرائض سونپے آپ ﷺ نے ان کو کما حقہ ادا کرنے میں اپنی پوری کوشش صرف کردی۔ آپ ﷺ کی زندگی کا ہر ہر لمحہ فرائض نبوت و رسالت کی ادائیگی میں اس طرح گزرا کہ یہ تصور کرنا بھی ناممکن ہے کہ اس فریضے کی ادائیگی میں کوئی نقص یا کمی رہ گئی ہوگی۔

جیسا کہ درج بالا آیات سے واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ قرآن حکیم کے اولین قاری، شارح، معلم اور عامل تھے تو یہ بات بھی مسلمات و معتقدات میں سے ہے کہ آپ ﷺ نے قرآن کی قراءت، قرآن کی شرح، قرآن کی تعلیم اور قرآن پر عمل کا حق ادا کیا۔ قرآن کی تفسیر و تشریح کی جتنی اور جیسی حاجت و ضرورت پیش آتی تھی وہ آپ ﷺ نے اپنے قول و عمل سے سے باذن الٰہی کمال کے ساتھ پوری فرماتے۔ قرآن حکیم کی ایک آیت بھی ایسی نہیں جس کی شرح و تفسیر نسلِ انسانی کی ہدایت کے لیے لازمی اور ضروری تھی اور نبی کریم ﷺ اس کی شرح و تفسیر فرمانے میں کوتاہی فرمائی ہو یا آپ ﷺ کی طرف سے اس کی شرح و تفسیر ناقص رہ گئی ہو۔ آپ نے اس کا مدلول کچھ اور سمجھا ہو اور بعد میں اس کا مدلول جدید انکشافات سے کچھ اور ظاہر ہوا ہو یا قرآنی آیات کے مدلولات عہدِ نبوی میں مخفی رہے کیونکہ انسان نے ان آیات کے مدلولات کو پانے کے لیے ابھی مطلوبہ سائنسی ترقی نہیں کی تھی اور ذہن انسانی ابھی ان مدلولات کی تفہیم سے عاجز تھا۔ اسی طرح یہ بات بھی ضروریاتِ دین اور عقائدِ اسلامیہ میں شامل ہے کہ یہ ایمان رکھا جائے کہ نبی کریم ﷺ قرآن کا سب سے زیادہ علم و فہم رکھتے تھے۔ لہٰذا کوئی ایسا نکتہ یا کوئی ایسی شرح جس کو قرآن کی کسی آیت سے منسوب کر کے بیان کیا جائے، اور اس کے نتیجے میں یہ تسلیم کرنا پڑے کہ نبی کریم ﷺ سے قرآن کا یہ فہم یا یہ علمی نکتہ مستور رہا یا آپ ﷺ کی ذات مبارک میں قرآن فہمی کے سارے کمالات موجود نہیں تھے اور زمانے کی تمدنی و طبعی ترقیوں کے نتیجے میں قرآن کے کئی معانی آہستہ آہستہ آشکار ہو رہے ہیں، ہرگز قابل قبول نہیں ہوگی۔ وہ ذات جس کے بارے میں قرآن حکیم کا ارشاد ہو:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا (۶)

اور جو اپنے بارے خود مطلع فرمائے

اوتیتُ علم الاولین والآخرین (۷)

اس سے متعلق یہ تصور کرنا کہ قرآن کا حقیقی علم اپنے پورے پھیلاؤ اور پوری وسعت کے ساتھ ان کی نگاہ دور بیں میں نہیں تھا اور مرورِ زمانہ اور انسانی تجربات ومشاہدات کی مادی جولانیوں سے قرآن کا اعجازِ علمی ظاہر ہو رہا ہے، گمراہی اور ضلالت ہے۔ اس اصولی ضابطے کو تسلیم کرنے کے بعد علامہ عنایت اللہ مشرقی اور اسی طرح کے دیگر دعویٰ کرنے والوں کے دعاوی کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ:

''نشاۃ الثانیہ کے اوائل میں طبعیتوں کا سارا زور اسی میں صرف ہوا کہ مسئلہ استقراء کو اساس قرار دے کر حقائق الاشیاء کی طرف متوجہ ہوں اور ان سے صحیح نتائج مستنبط کر کے فطرت کے خزانۂ عامرہ کو اپنے استعمال میں لائیں۔ لیکن جب اشیاء کے مطالعے سے ظلمت شب دور ہوئی۔ نور کے دریک بیک کھلتے چلے گئے، انسان کو سقف آسمان کے نیچے اپنی ہستی کا اضافی احساس ہوا، وہ آسمان کی ہولناک دوریوں کو سمجھا، اس ذرہ مقدار زمین کا اندازہ لگایا، جب اس نے موالید زمین کی تدوین کی، اجناس حیوانات کی تقسیم کی، اقوام خالیہ کے بقیہ آثار کو دیکھا، بے شمار محو شدہ حیوانی انواع کا ملاحظہ انگشت بدنداں ہو کر کیا، اپنی کمال بے بسی اور صنائع فطرت کی کمال قدرت کا اندازہ کیا اور اس کارگاہ زمین وآسمان کے بارے میں وہ سب دقیانوسی خیالات حرف غلط ثابت ہوئے تو پہلا سوال طبعاً یہی پیدا ہوا کہ اس صحنک زمین پر اجتماعی نفاذ فنا کا راز کیا ہے؟ وہ کیا قانون ہے جس پر چل کر قوت اور امن ہے، راحت وصحت ہے، خلد ودوام ہے، بقاء وارتقاء ہے؟ ایک امت کیوں اس روئے زمیں سے چشم زدن میں مٹ جاتی ہے، دوسری اس کی جگہ کیوں اور کس استعداد پر لیتی ہے؟ معرفت نفس کہ یہ وہ پہلی منزل تھی جو مغرب کو فطرت کے پیہم مشاہدے اور استقصاء کے بعد ملی۔ انگلستان کے مشہور طبعی، ڈارون نے اور حکماء کی معیت میں مدۃ العمر سعی وجدل کے بعد اس سوال کا جواب ''بقائے اصلح'' کے عالم انگیز مسئلے کو پیش کیا'' (۸)

علامہ مشرقی کے درج بالا بیان کے بعد درج ذیل نتائج کو ماننا لازمی آتا ہے:

۱) قرآن حکیم اور سنت نبویہ سے انسان کو اپنی اجتماعی بقاء وفنا کا راز نہ معلوم ہو سکا اور صدیوں بعد ڈارون کے نظریہ بقائے اصلح سے انسان اس کی تفہیم کے قابل ہوا۔ یا دوسرے الفاظ میں قرآن حکیم کے بیان کردہ بقائے اصلح کے قانونِ فطرت کو صحابہ کرامؓ سے لے کر آج تک جمیع مفسرین وماہرین علوم قرآن نہ سمجھ پائے یہاں تک کہ مغرب کے ایک سائنس دان نے قرآنی قانون کو آشکار کیا۔

۲) انسان کو معرفتِ نفس کی پہلی منزل محمد رسول اللہ ﷺ کی بجائے مغرب کی مادی جولانیوں اور ڈارون

کے نظریہ ارتقاء سے ملی۔

اسی طرح سلطان بشیر محمود آیت **فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم** کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جیسے جیسے جینز کی سائنس (Genetic Engineering) ترقی کرتی جاتی ہے یہ ممکنات میں سے نظر آنے لگا ہے کہ کسی مردہ جسم سے لیے گئے خلیہ (cell) کی نمو سے دوبارہ وہی انسان بن جائے۔''(۹)

''یہ قرآنی مثال واضح کرتی ہے کہ موت کے بعد حیات کا تعلق صرف قیامت سے نہیں بلکہ اس سے پہلے بھی ہوسکتا ہے اور اگر سائنس دان خلیہ کی نمو سے مردہ شخص کی نقل تیار کر لیتے ہیں تو یہ مسلمانوں کے عقیدہ رجعت کی تفسیر ہوگا۔''(۱۰)

اس آیت کی یہ شرح تسلیم کرنے کا مطلب سوائے اس کے کچھ اور نہیں کہ اس آیت کی تفہیم سے امت عاجز رہی کیونکہ کسی مفسر نے یہ اس سے مراد کلوننگ کے تحت ممکنہ طور پر پیدا کیے جاسکنے والے انسان نہیں لیے اور لیے جاسکتے بھی نہیں تھے۔ پھر عقیدہ رجعتِ انسان نامعلوم کون سا دینی یا اسلامی عقیدہ ہے؟

اسی طرح یہ بات بھی دینی حقائق میں سے ہے کہ قرآن پر کامل واکمل عمل کا بے مثل نمونہ آپ ﷺ کی ذات ہے۔ مابین الدفتین موجود قرآن کو اگر لفظی قرآن کہا جائے تو بلاشبہ آپ عملی قرآن تھے۔ اور سیدہ عائشہؓ کا یہ فرمان کہ **فان خلق نبیّ اللہ ﷺ کان القرآنُ** (۱۱) اسی پر دلالت کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے قرآنی ہدایات واحکامات کو سمجھا، ان پر عمل کیا اور ان پر عمل کروا کر قرآن کی عملی تنفیذ فرمائی۔ لہٰذا کسی ایسے دعویٰ یا ایسے کسی حکم کی قرآن کی طرف نسبت کو تسلیم نہیں کیا جائے گا جسے نبی کریم نے اپنے تعامل میں لا کر قرآن حکیم کے احکامات وہدایات کی فعلی تشکیل نہ کی ہو جبکہ دعویٰ کرنے والے کا یہ دعویٰ ہو کہ یہ عمل قرآن کا مطلوب و مقصود ہے۔ کوئی مومن اس بات کو تسلیم کرنے کا روادار نہیں ہوسکتا کہ نبی کریم ﷺ نے قرآن حکیم کے مقصود و مطلوبِ حقیقی کو نہیں سمجھا اور نہ ہی اس کو عمل میں لا سکے۔

بلاشبہ اللہ جل شانہ کی یہ کائنات اس کی نشانیوں اور اس کے دلائل میں سے ہے۔ مگر کوئی نشانی یا دلیل فی ذاتہ مقصود نہیں ہوتی بلکہ اس سے کسی دعویٰ کا اثبات مقصود ہوتا ہے۔ لہٰذا اس مادی کائنات کو اپنی تمام تر توتوں کا مرکز بنانا اگر قرآن کے نزول کی غرض و غایت ہوتی تو نبی کریم ﷺ کی زندگی برق و بخارات کی تحقیقات، صنعتی وزرعی ترقیوں کے لیے منصوبوں کی تشکیل وتعمیل کرتے اور کرواتے گزرتی مگر وہاں تو **کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل** (۱۲) کے ایسے مناظر ہیں کہ صدیوں بعد ان کی سماعت آنکھوں کو نمناک اور دلوں کو بے قرار کرتی ہے۔

اسی طرح آج اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ قرآن حکیم نے فرعون کے بارے میں یہ خبر دی فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ (یٰنس ۹۲) کہ فرعون کی لاش محفوظ ہے، مگر امت مسلمہ نے قرآن کے مقصود کو سمجھنے میں کوتاہی کی اور اس کی لاش کو دریافت کرنے کے لیے بحری تحقیقات کا آغاز نہ کیا؟ سمندروں کو اپنی تسخیری کوششوں کا مرکز نہ بنایا اور صدیوں بعد اہل مغرب کو قرآن پر عمل کرنے کی سعادت ملی اور انہوں نے فرعون کی لاش کو دریافت کر کے قرآن کی حقانیت ثابت کی اور قرآن پر عمل کیا تو عمل بالقرآن کی اس جہت کو مقصود ومطلوب قرار دینے کے عمل کو درست نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ اس دعوی کا مطلب سوائے اس کے کچھ اور نہیں بنتا کہ اولین عامل بالقرآن نبی کریم ﷺ جن پر قرآن نازل ہوا انہوں نے فرعون کی لاش کو دریافت کر کے قرآنی مقتضاء پر عمل کرنے کی کوئی کوشش نہ کی۔ خلفائے راشدین کے عہد میں مصر مفتوح و مغلوب ہوا اور دریائے نیل کو خط لکھ کر رواں رہنے کا حکم دینے والے حضرت فاروق اعظمؓ نے بھی فرعون کی لاش کی برآمدگی کے حکم سے صرف نظر کیا۔ ان دعوؤں کا نتیجہ سوائے اس کے کچھ اور نہیں کہ پوری امت کے اساطینِ علم کے فہم کی تغلیط کی جائے بلکہ بالآخر نبی کریم ﷺ کے فہم وعمل قرآن پر بھی زد پڑے۔

چنانچہ جناب غلام جیلانی برق کے درج ذیل دعووں کو فکری مغالطوں اور علمی کج رویوں میں ہی شامل کیا جاسکتا ہے۔ لکھتے ہیں:

''اگر آج یہ کتاب (قرآن) ہمیں معادنِ ارضیہ، دفائن جبال اور خزائن بحار سے مستفید ہونے کا درس نہیں دیتی اور ترقی یافتہ اقوام کا ہم روش نہیں بناتی تو یہ کتاب (خاکم بدہن) صراحۃً ناقص ونامکمل ہے اور اس کا دعویٰ الیوم اکملت لکم دینکم (میں نے آج تمہارا دین، دین کامل کر دیا) نعوذ باللہ بے بنیاد ہے۔''(۱۴)

اسی طرح مزید لکھتے ہیں:

''زمین پر انسان اللہ کا قائم مقام ہے۔ جس طرح اللہ مادہ کو توڑ پھوڑ کر تخلیق کے نئے نئے مناظر دکھاتا ہے، اسی طرح انسان کو بھی اللہ کی پیروی کرنا چاہیے اور لوہے، تانبے اور دوسرے معادن سے موٹریں، جہاز اور دیگر قوت کے سامان تیار کرنا چاہیے۔ اطیعوا اللہ (تم اللہ کی اطاعت کرو)(۱۵)

مولانا قاری محمد طیب اس کا رد کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''قرآن جب تک نہیں اترا تھا جب بھی تو ہر قوم اپنے مناسب حال ومزاج اور ضروریات وقت کے لحاظ سے ان ساری صنعتوں میں ترقی کر رہی تھی۔ عاد وثمود کی حیرت ناک مدنیت کے کارنامے، ان کے بعد

کلدانیوں،قوم ابراہیم کی طلسماتی ترقیات،ان کے بعد رومیوں اور ایرانیوں کے اعلیٰ ترین تمدنی عجائبات نیز اور دوسری اقوام کی محیر العقول مادی صناعیاں،قرآن ہی کے بیان کے مطابق اس کے نازل ہونے سے کہیں پہلے سے موجود تھیں۔انکا وجود قطعاً قرآن کے نزول پر موقوف نہ تھا۔نہیں بلکہ سرے سے نبوت پر بھی معلق نہ تھا۔ بلکہ ایسی ترقیات زیادہ تر کی ہی ان اقوام نے ہیں جو نبوتوں سے بے زار اور آسمانی کتابوں کا مذاق اڑانے والی تھیں۔پس یہ تمدنی صنعت گری کون سی ایسی چیز تھی کہ اگر قرآن نہ اترتا تو وہ رونما نہ ہوتی؟ کیا برق صاحب اس کا کوئی ثبوت پیش کر سکتے ہیں کہ یورپ کے ترقی یافتہ باشندوں نے یہ مادی ترقی قرآن پڑھ پڑھ کر کی ہے اور کیا انگلستان،امریکہ،جرمنی اور جاپان وغیرہ کے مشینی کارخانے سورہ بقرہ اور آل عمران سے مستنبط کیے گئے ہیں تا آنکہ آج کے مسلمان بھی قرآن پڑھ پڑھ کر ٹیکنکل کارخانوں کا سنگ بنیاد رکھیں اور ان میں بڑھ چڑھیں اور آج ملحدان یورپ قرآن ہی کو نہیں بلکہ سرے سے نبوت کو تسلیم نہیں کرتے۔اور اگر کوئی اپنے خیال میں کسی حد تک کسی نبی یا کتاب کو مانتا بھی ہے تو صرف ادب وانشاء یا نظر وفکر کی حد تک۔ معاملہ کی حد تک ایسے کلیۃً ٹھکرائے ہوئے ہیں۔لیکن ان کی کونسی صنعت وحرفت یا مادی ترقی اس بے عملی سے رکی ہوتی ہے کہ ان کی ترقیات کو قرآنی عمل پکارا جائے۔''(۱۶)

اسی تناظر میں مولانا اشرف علی تھانویؒ،مولانا عبداللہ سندھیؒ، کے تفسیری مکتب فکر کی تفسیر کا نمونہ نقل کرنے کے بعد اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آیتوں کو کس قدر توڑا مروڑا ہے کہ خدا کی پناہ،سیدھا مطلب آیات کو جو قرآن دیکھنے سے بلا تکلف ظاہر ہے،یہ ہے کہ **الھکم اله واحد** میں دعویٰ توحید کا کیا گیا ہے،آگے آیت **ان فی خلق السمٰوٰت** میں اس دعویٰ پر دلیل قائم کی گئی ہے۔اس کے بعد **و من الناس من یتخذ** میں شرک واہل شرک کی مذمت فرمائی گئی ہے۔اس کے بعد **یا ایھا الناس کلو ممافی الارض الیٰ قوله انما حرم علیکم المیتة** میں بعض رسوم شرکیہ کا رد ہے۔غرض تمام آیات کا حاصل تصحیح عقائد ہے مگر مترجم صاحب نے ایک عجیب ارتباط کا اختراع کیا ہے۔اصل مقصود **کلو مما فی الارض** کو بنایا اور وہ بھی بحثیت ابطال رسوم شرک نہیں بلکہ مقصود بالذات ہونے کے طور پر اور **ان فی خلق السمٰوٰت** کو اس کا مقدمہ بنایا اور آیت کا پورا عامل انگریزوں کو قرار دیا تو گویا قرآن مجید کسب دنیا کے اس درجہ کا حکم دے رہا ہے جس کو انگریز حاصل کر رہے ہیں۔ **انا لله و انا الیه راجعون**۔(۱۷)

قرآن حکیم کے نزول کی غرض وغایت انسانوں کو ماہرِ معاشیات بنا کر دنیاوی مال ومنال کے کسر وجمع

کی مہارتیں سکھانا نہیں۔قرآن حکیم کے نزول کا مقصد انسان کو اس مادی کائنات میں ایسا استغراق بخشنا نہیں کہ اس کی علمی وفکری صلاحیتوں کا مرکز حیوانات، نباتات اور جمادات کی تحقیق قرار پائے اور خلانوردی کے لیے اربوں روپیہ صرف کرنا اس کی نظر میں انسانی ترقی ٹھہرے۔شاہ ولی اللہؒ تحریر فرماتے ہیں:

''لیکن حق یہ ہے کہ نزول قرآن سے مقصود اصلی نفوس بشریہ کی تہذیب اور ان کے باطل عقائد اور فاسد اعمال کی تردید ہے۔اس لیے آیاتِ مباحثہ کے نزول کے لیے مکلفین میں عقائد باطلہ کا وجود اور آیاتِ احکام کے لیے ان میں اعمال فاسدہ اور مظالم کا شیوع اور آیات تذکیر کے نزول کے لیے ان کا بغیر ذکر آلاء اللہ وایام اللہ اور موت اور اور کے بعد کے ہولناک واقعات کے بیدار نہ ہونا اصلی سبب ہوا۔'' (۱۸)

قرآن اور سائنس۔دو متغائر تصوراتِ علم

درج بالا اصولی بحث کے بعد جن کی روشنی میں قرآن کی سائنسی تعبیرات کو نقد ونظر سے گزارا جاسکتا ہے، ہم اپنی بحث آگے بڑھاتے ہوئے مزید دو نکات کو زیر بحث لاتے ہیں۔

۱) قرآن حکیم کا اپنے بارے میں یہ دعویٰ کہ وہ 'تبیا نالکل شئی''(۱۹) ہے اس کا صحیح اور حقیقی مفہوم کیا ہے اور کیا کائنات ارضی وسماوی کے تمام اجزاء واحوال قرآن حکیم میں بالفعل یا بالصراحت موجود ہونیکا دعویٰ درست ہے؟

۲) قرآن کا نظریۂ علم کیا ہے؟ اور جدید سائنس کا نظریۂ علم کیا ہے؟ یہ دونوں نظریہ ہائے علم کس طرح ایک دوسرے کے متناقض ومتغائر ہیں؟ سائنس کے نظریۂ علم میں حقیقت سے کیا مراد ہے؟

قرآن حکیم کا یہ دعویٰ کہ وہ ''تبیانا لکل شئی'' ہے بلاشبہ حق ہے لیکن اس سے یہ مراد لینا کہ جمیع امور خواہ ان کا تعلق علم معاشیات سے ہو یا علم طبیعات سے، سماجی علوم سے ہو یا فزیکل سائنسز سے ہو، اس میں بالفعل بیان ہوئے ہیں، بدیہی طور پر امر باطل ہے۔کیونکہ قرآن نہ تو طب کی کتاب ہے، نہ فزکس کی، نہ کیمیا کی کتاب ہے نہ نفسیاتی علوم کی، نہ فلکیات کی کتاب ہے نہ علم ارضیات کی بلکہ یہ وہ کلام اللہ ہے جس میں نسل انسانی کی ہدایت کے لیے وہ اصول وضوابط بیان ہوئے ہیں جو اس کی اخروی فوز وفلاح کے ضامن ہیں اور دنیا میں اس کی زندگی انہی کی پیروی میں گزرنا ضروری ہے۔مولانا اشرف علی تھانویؒ تبیانا لکل شئی کا مفہوم واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آیت میں تبیان عام ہے بواسطہ یا بلا واسطہ کو، اور کل سے مراد خاص دین کی باتیں ہیں، پس دنیا کی

باتیں تو مراد ہی نہیں اور دین کی باتیں بعض سنت واجماع وقیاس سے ثابت ہیں اور تینوں کا حجت ہونا قرآن سے ثابت ہے، پس ان سے ثابت امور بھی بواسطہ قرآن سے ثابت ہیں (۲۰)

اگر تبیانا لکل شی سے مراد حقیقتاً کائنات کی ہر شے لی جائے تو قرآن حکیم کی اس آیت ''واوتیت من کل شیء'' (۲۱) جس میں قوم سبا کی ملکہ بلقیس کے بارے میں بتایا جارہا ہے یہ مراد لینا پڑے گا کہ اس ملکہ کو کائنات کی ہر شے عطا کی گئی تھی۔ اسی طرح قرآن نے قوم عاد پر بھیجی گئی آندھی کے بارے میں کہا ''تدمر کل شیء'' (۲۲) یعنی ہوا ہر چیز کو برباد کرتی چلی جاتی تھی۔ یہاں کل شیء سے مراد کائنات کی ہر شے تو کیا قوم عاد کی بھی ہر شے کی بربادی مراد نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح قرآن تورات کے بارے ارشاد فرماتا ہے

وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِن كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (۲۳)

ہم نے اس کے لیے الواح میں نصیحت کی ہر چیز لکھ دی اور ہر چیز کی تفصیل بیان کی

اگر یہاں کل شیء سے بالفعل ہر چیز مراد لی جائے تو پھر تورات میں دیگر مادی یا غیر مادی اشیاء کی معلومات کے ساتھ ساتھ پورے کا پورے قرآن بھی ماننا پڑے گا۔ کیونکہ قرآن خود کل شیء کے عموم میں شامل ہوجاتا ہے۔

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ اس عمومی دعویٰ کے بارے میں علامہ انور شاہ کشمیری کا تبصرہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یعنی سارے علوم قرآن میں موجود ہیں لیکن لوگوں کی سمجھ ان کے پانے سے کوتاہ ہو کر رہ گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنی معلومات کو ظاہر کرنے کے لیے قرآن کو خدا نے نازل کیا ہے، اگر یہ مانا جائے تو ساری کائنات بھی کاغذ کی شکل اگر اختیار کرلیتی جب بھی خدائی معلومات کے لیے وہ قطعاً کافی نہ ہوتے۔ میں تو کہتا ہوں کہ غریب جاہل آدمی اپنی معلومات کو قلم بند کرنا چاہے تو ان کے لیے مجلات کی ضرورت ہوگی۔ پھر'' خدائی'' معلومات تو خدائی معلومات ہیں اور معلومات کا اظہار اگر مقصود نہیں ہے بلکہ نسل انسانی اپنے صحیح انجام تک علم وعمل کے جس نظام کی پابندی کرکے پہنچ سکتی ہے فقط نظام کے بنیادی کلیات سے آگاہ کرنے کے لیے قرآن نازل ہوا ہے اور یہی اس کتاب کی بحث کا اساسی وجوہری موضوع ہے تو اس کے سوا قرآن میں خارج از موضوع معلومات کا تلاش کرنا، نہ صرف ان تلاش کرنے والوں کی غباوت وبلادت ہی کی دلیل ہے بلکہ قرآن کے نازل کرنے والے کی طرف ایک ایسے نقص کو منسوب کرنے کی یہ جرأت ہوگی۔ جسے بہ ثبات عقل وہوش کوئی صاحبِ تمیز وخرد آدمی بھی اپنی کسی تصنیف کے متعلق شاید یہ برداشت نہیں کرسکتا۔ آخر طب کی کسی

کتاب میں شرحِ وقایہ کے فقہی مسائل، یا شرح وقایہ میں داغ کے کلام کے تنقیدی مضامین جو ڈھونڈے گا اس کے جنون میں کیا کوئی شبہ کرسکتا ہے۔'' (۲۴)

قرآن حکیم کا نظریۂ علم یوں تو پورے قرآن میں جاری وساری ہے لیکن ہم سورۃ البقرہ کی بالکل ابتدائی آیات کی روشنی میں قرآن کے تصورونظریۂ علم کے بنیادی نکات پیش کرتے ہیں۔

قرآن کا ارشاد ہے

الم. ذَلِکَ الْكِتَابُ لاَ رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ (۲۵)

الم۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں، اس میں متقی لوگوں کے لیے ہدایت ہے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔

ان آیات کی روشنی میں قرآن کا نظریۂ علم ان نکات پر مشتمل ہوتا ہے:

۱-وحی بالاتر ذریعۂ علم ہے اس کے بیان کردہ حقائق لاریب ہوتے ہیں۔

۲-وحی کی بیان کردہ حقیقت ہی حقیقت کہلانے کی حق دار ہے اوراس کے خلاف باطل ہوتا ہے یا ظن وتخمین۔

۳-حقائق سب کے سب مشاہدہ اور تجربہ میں آنے والے نہیں ہوتے اس لیے ایمان بالغیب لازمی ہے۔

۴-حقائق تغیر پذیر اور وقتی نہیں ہوتے۔

۵-حق وباطل کی تعیین وحی کی بنیاد پر ہوگی۔

اب سائنس کا نظریۂ علم کیا ہے اوراس کے ہاں حقائق کی حیثیت کیا ہوتی ہے، پیش کیا جاتا ہے۔

سائنس کا دارومدار تحقیقِ حقائق کے لیے استقراء پر ہے۔استقراء کے بارے میں دو بنیادی باتیں مسلماتِ عقلیہ میں سے ہیں۔پہلی بات یہ کہ کسی بھی چیز سے متعلق استقراء کے بعد یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ استقراءِ تام ہو چکا۔کیونکہ عقلاً یہ ناممکن ہے کہ کسی شے کے اس کائنات میں موجود تمام افراد کا استقراء ہوسکے اوراس کا دعویٰ کرنے والے کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی۔لہذا سائنس اگر استقراء کا دعویٰ کرتی تو کسی بھی چیز کے بعض افراد کا استقراء ہوتا ہے۔دوسری بات یہ کہ استقراء ماضی یا حال میں کسی شے کے موجود بعض افراد کا ممکن ہوتا ہے مستقبل میں کیا ہوگا اس کا استقراء ناممکن ہے۔لہذا سائنس کا دارومدار جس اصول استقراء پر ہے وہ خود ناقص ہے۔

سائنس کا تصورِعلم درج ذیل نکات پر مشتمل ہے۔

۱- سائنس کا واسطہ قابل مشاہدہ اشیاء سے ہے۔یہ اشیاء خارج میں موجود ہوتی ہیں لہٰذا ان کا مشاہدہ یا ان

پر تجربہ کیا جا سکتا ہے۔کوئی سائنس دان جنوں یا فرشتوں پر تجربہ نہیں کر سکتا کیونکہ ان کا خارج میں وجود نہیں اور اگر وجود ہے بھی تو قابل مشاہدہ یا تجربہ نہیں۔لہٰذا ایک تو اشیاء کا خارج میں وجود ہونا چاہیے ۔دوسرے تجربہ یا مشاہدہ کے لیے انہیں دستیاب ہونا چاہیے، اگر ان دونوں صورتوں میں ایک صورت بھی غائب ہو تو مطالعہ سائنسی نہیں ہوگا۔

۲-سائنس کا طریقہ کار خارجی ہوتا ہے نہ کہ موضوعی۔اپنے مواد کا مطالعہ کرتے ہوئے سائنس دان کا نقطۂ نظر غیر جانبدارانہ ہوتا ہے۔اس کی خواہش ہوتی ہے کہ ان نتائج تک پہنچے جنہیں ہر سائنس دان پرکھ سکے۔

۳- سائنسی حقائق تغیر پذیر ہوتے ہیں۔نیوٹن کے قوانین ایک وقت میں ثابت شدہ حقیقت تھے لیکن آئن سٹائن کی فزکس نے نئے حقائق متعارف کرا دیے۔

۴-سائنس قدری نہیں ہوتی، سائنس کا منشاء علم حاصل کرنا ہے نہ کہ حقائق کی اخلاقی قدر و قیمت لگانا یہی وجہ ہے کہ سائنس دان اچھا، برا، نیک و بد کے الفاظ استعمال نہیں کرتا کیونکہ یہ قدری الفاظ ہیں، سائنس میں ان کا کوئی مقام نہیں۔

۵-سائنس تجربی ہوتی ہے۔

ڈاکٹر سی اے قادر درج بالا نکات لکھنے کے بعد بحث کو سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ سچ ہے کہ سائنس کی اپنی حدود ہیں لیکن یہ حدود سائنس دان خود قائم کرتا ہے۔کوئی سائنس دان ان پابندیوں کو جن میں مذہب بھی شامل ہے قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے، سائنس کی اپنی خود مختاری ہے، اس کا اپنا طریق کار ہے۔مذہب ،سائنس کی حدود قائم نہیں رکھ سکتا اور نہ ہی اس کے لیے منہاج تجویز کر سکتا ہے۔(۲۶)

یہ حقیقت بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے عقل اور سائنس باہم مترادفات نہیں۔کسی بات کا سائنسی ہونے کا مطلب اس بات کا عقلی ہونا نہیں۔کیونکہ سائنس تجربے کی بنیاد پر مفروضوں کو حقائق قرار دیتی ہے جب کہ عقل حقائق تک رسائی کے لیے استدلال کا منہج اختیار کرتی ہے۔اگر چہ یہ لازم نہیں کہ ہر عقلی بات غیر سائنسی یا ہر سائنسی بات غیر عقلی ہو لیکن ہر سائنسی بات کو عقلی قرار دینا بہر حال علمی مغالطہ ہے۔پانی کا فارمولا H_2O ہے یہ ایک سائنسی حقیقت ہے نہ کہ عقلی۔کیونکہ اگر یہ عقلی حقیقت ہوتی تو صدیوں سے پانی موجود ہے اور عقول بھی اپنی اعلیٰ سے اعلیٰ صلاحیتوں کے ساتھ موجود ہیں مگر اس کا انکشاف سائنس کی تجرباتی بنیادوں پر ہوا۔اسی لیے فلسفہ، منطق اور کلام کو عقلی علوم قرار دیا جاتا ہے جبکہ فزکس، کیمسٹری اور بیالوجی وغیرہ کو سائنسی۔

لہذا قرآنی ارشادات واحکامات کی سائنسی توجیہات وتعبیرات کرنے کو عقلی تعبیرات سمجھنا محض خلط مبحث ہے

قرآن کو سائنس کی اولین کتاب قرار دینے والے اہلِ علم کے دعاوی تضادات وتناقضات کا شکار ہیں۔اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ قرآن سائنس کی اولین کتاب ہے تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ نسلِ انسانی نے ایسی کئی صدیاں گزاری ہیں کہ وہ سائنس کے نام سے نا آشنا تھی۔اس سے نا آشنائی کے باوجود بڑے بڑے عظیم الشان تمدن قائم ہوئے اور اہرام مصر جیسے عجائبات وجود میں آئے۔اور دوسری طرف یہ بھی ماننا ہوگا کہ لاکھوں انبیاء سائنسی تعلیم کے بغیر رخصت ہوئے۔زبور وتورات وانجیل سائنس سے خالی تھیں۔ان اعتراضات سے بچنے کے لیے ان اہل علم نے سائنس کو انسان کا فطری علم قرار دیا جو انسانی تاریخ میں تسلسل سے موجود ہے، لیکن اس دعویٰ کے نتیجے میں قرآن کا اولین سائنسی کتاب ہونا خود بخود رد ہو جاتا نیز سائنس کے لیے قرآن کا وجود وعدم وجود ایک برابر ہو جاتا۔جب کروڑوں سال سائنس قرآن کے بغیر قائم ودائم تھی تو اب قرآن کا سائنسی علوم کا منبع ومصدر ہونا کیوں لازم ہوگیا۔

دینی احکامات کی سائنسی حکمتیں

قرآن کی سائنسی تعبیر وتشریح کرنے والے قرآنی احکامات کی حکمتیں بیان کرتے ہوئے عموماً سائنسی انکشافات کو بطور تائید پیش کیا جاتا ہے۔سائنسی حکمتیں پیش کرتے وقت درج ذیل اصول مدنظر رہنا ضروری ہیں

۱۔سائنسی انکشافات کو قرآنی احکامات کے ثبوت کے طور پر نہ پیش کیا جائے

۲۔سائنسی انکشافات کو قرآن حکیم کے احکامات کی علت کے طور پر نہ پیش کیا جائے۔

۳۔سائنسی انکشافات کے ذریعے سامنے آنی والی حکمتوں کو قرآن حکیم کے احکامات کی قطعی حکمتیں بنا کر نہ پیش کیا جائے اور نہ ہی انہیں مقصودیت کا مقام دیا جائے۔

۴۔سائنسی انکشافات کے ذریعے سامنے لائی جانے والی حکمتوں سے دین کے کسی دوسرے حکم پر زد نہ پڑتی ہو اور نہ احکامات کی تعبدی حیثیت مادی منفعت پسندی وافادیت پرستی میں تبدیل ہوتی ہو۔

۵۔ایسی سائنسی حکمتیں نہ بیان کی جائیں جس پر عقلی اعتراضات وارد ہوتے ہوں جو بجائے عمل کی بجا آوری میں سودمند ہونے کے بے عملی یا تشکیک کا ذریعہ بن جائے

ذیل میں دو قرآنی احکامات کی دو سائنسی حکمتوں کی مثالیں پیش کی جاتی ہیں، ڈاکٹر سلطان بشیر محمود لکھتے

ہیں:

''بعض اوقات پوچھا جاتا ہے کہ سور کوحرام قرار دینے کی کیا وجہ ہے۔ایک مسلمان کے لیے تو یہی کافی ہے کہ رب کائنات کا حکم ہے،اس لیے ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ حکم پر بلا چوں وچرا عمل کیا جائے ،لیکن اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔روحانی اثرات اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہیں لیکن جدید سائنس نے ثابت کیا ہے کہ سور کا گوشت باقی جانوروں سے انسانی صحت کے لیے زیادہ مضر ہے۔مغرب میں بہت ساری بیماریاں خصوصاً دل اور جلدی بیماریوں کی زیادتی کی ایک بڑی وجہ سور کا گوشت بتائی جاتی ہے۔اس میں اس قدر کولیسٹرول کی مقدار ہے وہ کسی اور گوشت میں نہیں پائی جاتی ،یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جراثیموں کی سب سے زیادہ آماجگاہ سور کا گوشت ہے۔اس کے علاوہ گائے ،بیل ،بھینس ،بکری کے مقابلہ میں یہ جانور انتہائی غلیظ ہے حتیٰ کہ اپنی غلاظت بھی کھالیتا ہے۔''(۲۷)

اگر اس بیان کردہ سائنسی حکمت پر درج ذیل سوال وارد کیے جائیں تو ان کا جواب کیا ہوگا؟

۱۔ میڈیکل سائنس تو ہر گوشت کے بیسیوں مضر اثرات بیان کرتی ہے۔خاص طور پہ گائے اور بیل وغیرہ کے گوشت کو ڈاکٹرز سختی سے منع کرتے ہیں۔تو اب حلال وطیب گوشت کے مضر اثرات کی کیا توجیہ ہوگی۔

۲۔ مغرب میں تو بہت ساری بیماریاں خصوصاً دل اور جلدی بیماریوں کی زیادتی کی ایک بڑی وجہ سور کا گوشت بتائی جاتی ہے مگر مسلم ممالک میں جہاں اکثریت حلال ہی کھایا جاتا ہے وہاں بھی دل اور جلدی بیماریوں کی کثرت ہے۔اب دودھ کی بالائی کا استعمال اگر دل کی بیماری کا باعث بنے تو اس حلال کے حلال ہونے کی کیا توجیہ ہوگی۔

ایک اور قرآنی حکم کی حکمت یہ پیش کی گئی ہے۔

''عورتوں سے ایام حیض میں مباشرت کی ممانعت کی سائنسی توجیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ موجودہ سائنسی دریافتوں کے مطابق حیض بگڑا ہوا خون ہے۔اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت کے تقاضوں کے مطابق ہر ماہ بچہ دانی میں کچھ خون پیدا ہوتا ہے جس کا مقصد متوقع مہمان کی خوراک کا انتظام ہے اگر حمل ٹھہر جاتا ہے تو اس کے کام آتا ہے اور بچہ کو ضروری نشو ونما کا سامان مہیا کرتا ہے لیکن اگر بچہ کا وجود نہیں تو پھر کچھ دنوں بعد جسم اس کو ضائع کر دیتا ہے جب جسم اس خون کو باہر نکالنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ نہیں چاہتا کہ مخالف سمت سے کوئی بیرونی چیز بھی جائے چنانچہ قدرتی طور پر عورت میں ان دنوں سیکس (sex) سے رغبت ختم

ہو جاتی ہے اور اگر خاوند اس سے یہ تعلقات قائم کرتا ہے تو یہ اس کی طبیعت پر ناگوار ہو گا۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے عورت کے احترام و آرام میں ماہواری کے دوران قربت کے تعلقات سے منع فرمادیا ہے لیکن اس ممانعت میں صرف عورت کا ہی نہیں بلکہ مرد کا بھی یکساں فائدہ ہے۔ جدید سائنس نے معلوم کیا ہے کہ خون ہر چیز سے زیادہ جراثیم اور بیکٹر یا پکڑنے والی چیز ہے جو اپنی گزرگاہ سے گندگیاں اکٹھی کرتا جاتا ہے اور یوں ایک پلید مضر صحت مرکب بن جاتا ہے۔ چنانچہ جب مواد آدمی کے اعضاء کے ساتھ ملے گا تو کئی ایک بیماریوں کا باعث بن سکتا ہے۔''(۲۸)

اگر سائنس ہی اس ناپاک خون سے محفوظ رہ کر جنسی تعلق قائم کرنے کے ذرائع مہیا کرے تو پھر اس عمل کا ناجائز ہونا اس بیان کردہ حکمت کی روشنی میں کیسے برقرار رہے گا؟

غیر سائنسی کو سائنسی بنا کر پیش کرنے کا مغالطہ

قرآن کی سائنسی تشریح وتعبیر کے قائلین بسا اوقات آیات کی تعبیر وتشریح میں ایسے نکات بھی سائنسی بنا کر پیش کرتے ہیں جن کا سائنس سے تعلق نہیں ہوتا۔ اس علمی مغالطے کی کی معروف مثال قرآن کا مرکزی و بنیادی ہندسہ ۱۹ کو قرار دینا ہے جو کہ سائنسی تفسیروں میں ذکر کیا گیا ہے حالانکہ اس کا سائنس سے سرے سے کوئی تعلق نہیں۔

سلطان بشیر محمود نے بھی قرآن کا معجزاتی حسابی نظام کے عنوان سے قرآن کا مرکزی و بنیادی ہندسہ ۱۹ کو قرار دیا ہے جو کہ بنیادی طور پر مصری ڈاکٹر راشد خلیفہ کی دریافت ہے۔ مصنف نے پورے قرآن سے متعدد ایسے شواہد جمع کیے ہیں جن کے مطابق قرآن میں ۱۹ کا عدد کارفرما ہے۔ مثلاً

۱-بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے حروف کی تعداد ۱۹ ہے۔

۲-اللہ کا نام ۱۹ دفعہ قرآن میں آیا ہے۔

۳-پہلی وحی کے الفاظ ۱۹ ہیں۔

۴-قرآن حکیم کی سورتوں کی تعداد ۱۱۴ ہے جو ۱۹ کا حاصل ضرب ہے۔

۵-قرآن حکیم کی سب سے آخری نازل ہونے والی سورۃ النصر کے الفاظ ۱۹ ہیں۔ وغیرھم (۲۹)

اور اسی طرح کی بہت سی مثالیں اخذ کر کے قرآن میں ۱۹ کے نظام کو ثابت کیا ہے اور اسے معجزہ کہا ہے۔ اب اگر اس کو معجزہ تسلیم کیا جائے اور قرآن حکیم میں ۱۹ کے عدد کی کارفرمائی کو تسلیم کر لیا جائے تو بہت

سے اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔

۱) معجزہ دلیل نبوت ہوتا ہے، محمد رسول اللہ ﷺ نے اس معجزہ کو دلیل نبوت کے طور پر کیوں پیش نہ فرمایا؟

۲) معجزہ ہمیشہ ظاہر و باہر ہوتا ہے، خفیہ و پوشیدہ نہیں ہوتا کہ نہ کوئی اس کو پا سکے اور نہ اس کا کوئی آسانی سے سراغ لگا سکے۔ اس طرح تو معجزہ عطا کرنے کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ تو یہ ۱۹ کے حسابی نظام کا کیسا معجزہ ہے جو صدیوں سے امت کی نگاہوں سے اوجھل رہا۔

۳) اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ۱۹ کا عدد واقعی حیرت انگیز طور پر قرآن میں کارفرما ہے تو اس بات کو ماننے سے قرآن کی حقانیت پر کیا دلیل واقع ہوتی ہے؟ کیا ۱۹ کے عدد کی کارفرمائی قرآن کے کتاب اللہ ہونے کی دلیل بن سکتی ہے؟ ۱۹ کے عدد کے نظام کے قرآن میں جاری و ساری ہونے سے کس عقلی و منطقی اصول کے تحت یہ ماننا لازمی ہوگا کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے؟

۴) جس طرح مصنف نے قرآن میں ۱۹ کے عدد کی کارفرمائی کی متعدد مثالیں اخذ کی ہیں ایسے ہی ایسی متعدد مثالیں قرآن میں موجود ہیں جن میں ۱۹ کے عدد کا کوئی دخل نہیں تو اس کے وہاں نہ ہونے کی کیا توجیہہ ہوگی؟

جیسے قرآن کی ۱۰۸ سورتیں ایسی ہیں جن کی آیات کی تعداد نہ تو ۱۹ ہے اور نہ ۱۹ کا حاصل ضرب، قرآن حکیم میں مصارف زکوٰۃ آٹھ بیان ہوئے ہیں، قرآن حکیم نے آسمانوں کی تعداد سات بیان کی ہے، قرآن حکیم کی پہلی وحی کی آیات پانچ ہیں وغیرھم۔

سائنس کیا ہے؟ عصر حاضر کے معروف سائنس دان R.P. Feynman کے افکار

مسلم اہلِ علم کے ہاں عمومی علمی مغالطہ پایا جاتا ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مغربی تصورات و اصطلاحات کے وہ جو بھی معانی متعین کریں گے وہی ان کے اصل اور حقیقی معانی بن جائیں گے۔ چنانچہ اس اصول کے تحت وہ جمہوریت، انسانی حقوق، آزادی، مساوات، تہذیب اور دیگر تصورات واصطلاحات کی من پسند تعبیرات وتشریحات کرتے ہیں۔ حالانکہ کسی فکر یا تصور کے موجد کو بنیادی حق حاصل ہے کہ وہ اپنے بیان کردہ تصور و اصطلاح کے معانی بیان کرے اور حقیقتاً وہی اس کے اصل معانی ہوتے ہیں۔ یہی صورت حال سائنس کے معاملے میں ہے۔ خود اہلِ سائنس، سائنس کے بارے وہ ایمانی و یقینی تصورات نہیں رکھتے جو مسلم اہلِ علم کا مرعوبیت زدہ طبقہ رکھتا ہے۔ ذیل میں اس صدی کے آئن سٹائن نوبل پرائز یافتہ سائنس دان جس

نے Quantum Electro Dynamic کے شعبہ میں محیر العقول کام کیا ہے،فاین مین کے سائنس کے بارے افکار پیش کیے جاتے ہیں۔

i)سائنس تخمینیات کا مجموعہ ہے۔

فاین مین کہتا ہے کہ فطرت کے کسی جزو کا علم کسی مکمل حقیقت کے بارے محض ایک اندازہ ہوتا ہے یا کم ازکم ہمارے علم کی حدتک جو مکمل حقیقت ہے اس کے بارے ایک تخمینہ ہوتا ہے۔جو کچھ بھی ہمارا علم ہے ایک طرح کے تخمینے (Approximation) ہیں کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ ہم ابھی تک تمام قوانین سے واقف نہیں ہیں۔اس لیے کسی چیز کو جاننے کی کوشش گویا کہ اس کو دوبارہ نہ جاننے کی طرف قدم بڑھانا ہے یا جانی ہوئی چیز کو درست کرنے کی کوشش ہے۔

فاین مین لکھتا ہے

Each piece, or part of the whole of whole nature is always merely an approximation to the complete truth, or the complete truth so far as we know. In fact everything we know is only some kind of approximation, because we know that we do not know all laws as yet. Therefore, things must be learned only to be unlearned again or more likely to be corrected.(30)

ii)سائنس کا علم جزوی اور محدود ہے

سائنس اس کائنات کو ایک کل اور وحدت کی کی شکل میں دیکھنے کی اہلیت نہیں رکھتی بلکہ اجزاء کی شکل میں اس کا مطالعہ کرتی ہے۔اور بہت ایسے اجزاء ایسے ہوتے ہیں جن کو سائنس زیر مطالعہ نہیں لا پاتی اور اس کے نتائج سو میں سے ایک بھی نہیں ہوتے۔

فاین مین لکھتا ہے

If our small minds, for some convenience,divide this glass of wine, this universe, into parts----physics, biology, geology, astronomy, psychology and so on----- remember that nature does not know it.(31)

مزید لکھتا ہے

In the cells of living systems there are manay elaborate chemical reactions, in which one compound is changed into another and another. To give impression of the enormous efforts that have gone into the study of biochemistry, summarizes our

knowledge to date on just one small part of the many series of reactions which occure in cells, perhaps a percent or so of it.(32)

iii) سائنسی نتائج قطعی اور حتمی نہیں

فاین مین ElectroDynamics کے سائنسی نتائج کے بارے لکھتا ہے

whether it is right or wrong but we do know that it is little wrong or at least incomplete,(33)

اسی طرح لکھتا ہے

After great success of Quantum Electro dynamics , there is a certain amount of knowledge of nuclear physics which is rough knowledge.(34)

مزید لکھتا ہے

Then it was also found that rules for the motions of particles were incorrect. The mechanical rules of "inertia" and "forces" are wrong in the world of atom; Newton's Laws are wrong.(35)

iv) صرف سائنس ہی علم نہیں

فاین مین کے بقول اگر کوئی چیز یا نظریہ سائنسی نہیں تو اس کا مطلب غیر علمی ہونا نہیں۔ کیونکہ علم سائنس میں محدود نہیں۔ فاین مین ریاضی کو سائنس تسلیم نہیں کرتا۔

If a thing is not a science it is not necessarily bad,for example love is not a science so if something is said not to be a science, it does not mean there is something wrong with it, it just means that it is not a science.(36)

ریاضی کے بارے لکھتا ہے

Mathematics is not a science from our point of view in the sense that it is not a natural science. The test of its validity is not experiment.(37)

برصغیر میں سائنسی تفسیر-تاریخ وارتقاء

برصغیر میں قرآن حکیم کی سائنسی تشریح وتفسیر کے حوالے سے سب سے پہلا نام کرامت علی جونپوری کا ہے جو شیعہ مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے شاگردوں میں سے تھے۔ انہوں نے مغربی علوم اور سائنس کو اسلامی علوم قرار دیا۔ ان کی کتاب ''ماخذ العلوم'' جو ۱۸۶۵ء میں لکھی گئی

جس میں یہ مفروضہ پروان چڑھایا گیا کہ خلاق مطلق جملہ علوم کا سرچشمہ ہے جس نے اپنے نبیوں بالخصوص محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت یعنی اماموں کے ذریعے اپنی مخلوقات پر منکشف کیے ہیں۔ موجودہ سائنسی انکشافات نتیجہ ہیں قرآن اور حدیث کے ان ہی قطعی محضرات کا جن سے وہ اصول مطابقت رکھتے ہیں اور انہوں نے کہا کہ پورا قرآن طبیعاتی اور ریاضیاتی علوم کے متعلق معلومات سے پر ہے اور جدید یورپ کے فلسفہ اور قرآن کے مابین حیرت انگیز مماثلت ہے۔(۳۸)

برصغیر میں دوسرا نمایاں نام، بلکہ حقیقی طور پر جس شخصیت کو قرآن کی سائنسی تفسیر کے مکتب فکر کا بانی و مناد سمجھا گیا ہے وہ سرسید احمد خان ہیں، سرسید احمد خان نے اپنی تفسیر ''تفسیر القرآن'' میں قانون فطرت (Law of Nature) کے سائنسی نظریہ کو اصل الاصول قرار دے کر ملائکہ، جنات اور معجزات انبیاء کی ایسی تعبیر پیش کی ہے جو عملاً انکار کے سوا کچھ اور نہیں۔ مثال کے طور پر حضرت موسیٰ کے لاٹھی کی ضرب سے پانی کے دو حصوں میں بٹنے اور خشکی کا راستہ نکلنے کے معجزے کو اپنی تفسیر میں اس طرح بیان کرتے ہیں:

''تمام مفسرین حضرت موسیٰ کے عبور اور فرعون کے غرق ہونے کو بطور ایک ایسے معجزے کے قرار دیتے ہیں جو خلاف قانون قدرت واقع ہوا جس کو انگریزی میں سپرنیچرل (Super Natural) کہتے ہیں اور یہ سمجھتے تھے کہ حضرت موسیٰ نے سمندر پر اپنی لاٹھی ماری وہ پھٹ گیا اور پانی مثل دیوار یا پہاڑ کے ادھر ادھر کھڑا ہو گیا اور پانی نے بیچ میں خشک رستہ چھوڑ دیا اور حضرت موسیٰ اور تمام بنی اسرائیل اس رستے سے پار اتر گئے۔ فرعون بھی اسی رستہ میں دوڑ پڑا اور پھر سمندر مل گیا اور سب ڈوب گئے، اگر درحقیقت یہ واقع خلاف قانون قدرت واقع ہوا تھا تو خدا تعالیٰ سمندر کے پانی کو ایسا سخت کر دیتا کہ مثل زمین کے اس پر سے چلے جاتے، خشک رستہ نکالنے ہی سے یہ بات پائی جاتی ہے کہ یہ واقعہ یا معجزہ جو اس کو تعبیر کرو، مطابق قانون قدرت کے واقع ہوا۔ جو مطلب مفسرین نے بیان کیا ہے وہ مطلب قرآن مجید کے لفظوں سے بھی نہیں نکلتا۔''(۳۹)

اور جناب سرسید احمد خان مسلمانان برصغیر کی ترقی کا راستہ بھی یہی سمجھتے تھے، انہوں نے واضح طور پر کہا:

''ہمارے لیے سیدھا راستہ کھلا ہوا ہے کہ جہاں تک ہم سے ہو سکے یورپین لٹریچر اور یورپین سائنسز میں اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کی ترقی کریں۔''(۴۰) اور جو شخص بھی اپنی قومی ہمدردی اور دور اندیش عقل سے سوچے گا وہ جان لے گا کہ یہ ہندوستان کی علمی اور اخلاقی ترقی مغربی علوم میں اعلیٰ درجہ کی ترقی حاصل کرنے پر منحصر ہے۔(۴۱)

سرسید احمد خان کے بعد سائنسی تفسیر کے میدان میں نمایاں نام جناب عنایت اللہ خان المشرقی کا ہے۔ جن کی تفسیری کاوش کا نام ''تذکرہ'' ہے جس کے دس جلدوں میں لکھے جانے کا دعویٰ ہے مگر تین جلدیں ہی مطبوع ہیں۔تفسیر کا غالب حصہ ڈارون کے نظریہ ارتقاء، اصولِ فطرت، علم ارضیات وفلکیات کی نئی دریافتوں پر مشتمل ہے۔اس کے علاوہ علامہ مشرقی کی کتاب ''تکملہ'' اور ''حدیث قرآن'' قرآن کی سائنسی تفسیر کی ایک شکل ہے۔

قرآن کی سائنسی تشریحات وتعبیرات کرنے والوں میں عنایت اللہ بزمی، حافظ عنایت اللہ اثری (۴۲) جناب ڈاکٹر غلام جیلانی برق (۴۳) جناب ڈاکٹر محمد رفیع الدین (۴۴) جناب ڈاکٹر ذاکر نائیک (۴۵) اور جناب وحید الدین خان شامل ہیں۔قریبی دور میں قرآن کی سائنسی تفسیر کا سب سے تفصیلی اور نمایاں کام جناب سلطان بشیر محمود سابق ڈائریکٹر جنرل پاکستان اٹامک انرجی کمیشن کا ہے جن کی سائنسی تفسیر ''کتاب زندگی'' کے عنوان سے شائع ہوئی ہے۔

قرآن حکیم ھدی للناس ہے اور بلا شبہ اس کی اطاعت پر دنیاوی اور اخروی فوز وفلاح کا دارومدار ہے۔قرآن نے خود فلاح اور کامیابی کی وضاحت بھی کردی تا کہ انسان دنیا میں عارضی طور پر اقتدار اور غلبہ پانے والے اہلِ کفر کی مادی معراج اور بحر وبر اور زمین وآسمان پر حکومت کے شعبدوں سے متاثر نہ ہو جیسا کہ قوم عاد وثمود کے تمدنوں کی چکا چوند جناب ھود وصالح علیھما السلام اور ان کے صحابہ کی نظروں میں بے وقعت و بے قیمت رہی۔وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون (۴۶) کی الٰہی پکار، الذی خلق الموت و الحیاۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا (۴۷) کی قرآنی ندا پر لبیک کہنے والے جانتے ہیں کہ فمن زحزح عن النار و ادخل الجنۃ فقد فاز و ما الحیاۃ الدنیا الا غرور (۴۸) اس لیے ان کا عمل سنت نبویہ ﷺ کی روشنی میں اس طرح استوار ہوتا ہے کہ ان کی دنیا وآخرت صالحیت کے چراغوں سے روشن رہتی ہے۔

حوالہ جات وحواشی

۱-الجمعہ،۲ ۲-آل عمران،۱۶۴

۳-المائدہ،۶۴ ۴-النحل،۴۴

۵۔المائدہ۔۴۸ ۶-النساء۔۱۱۳

۷- ابن ابی یعلی،ابوالحسن،محمد بن محمد،الاعتقاد،داراطلس الخضراء،طبع اول ۱۴۲۳ھ،ص:۳۷

۸- مشرقی،عنایت اللہ،تذکرہ،الحاج محمد سرفراز خان متولی ومنظم علامہ ٹرسٹ،لاہور،س۔ن۔،ج۔ا، ص:۲۵

۹۔ بشیرمحمود،سلطان،کتاب زندگی،القرآن الحکیم ریسرچ فاؤنڈیشن،اسلام آباد،۲۰۱۰ء،ص۔۳۲۶

۱۰۔ایضاً

۱۱۔النیشاپوری۔مسلم بن حجاج صحیح مسلم،کتاب المسافرین وقصرھا،باب جامع صلاۃ اللیل،الکتب الستۃ، دارالسلام للنشر والتوزیع الریاض،۱۴۲۹ھ،ص۷۹۰

۱۲۔البخاری،محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح محقق محمد زھیر بن ناصرالناصر،دارطوق النجاۃ،بیروت،طبع اول ۱۴۲۲ھ،حدیث نمبر ۶۴۱۶، جز۱۶۔ص ۲۱۸

۱۳۔یونس۔۹۲

۱۴۔برق،غلام جیلانی،دوقرآن،شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز لاہورس۔ن،ص۔۱۱

۱۵-ایضاً،ص:۱۲

۱۶-محمد طیب،قاری،ایک قرآن،انشاء پریس لاہور،س۔ن،ص:۷۰-۶۹

۱۷-تھانوی،اشرف علی،مولانا،التقصیر فی التفسیر،مطبع قاسمی دیوبند، س۔ن،ص:۸-۹

۱۸-دہلوی،شاہ ولی اللہ،الفوزالکبیر فی اصول التفسیر،ادارہ اسلامیات،لاہور،۱۹۸۲ء،ص:۵

۱۹-النحل،۸۹ ۲۰-التقصیر فی التفسیر،ص:۲۱

۲۱-النمل:۲۳ ۲۲-الاحقاف،۲۵ ۲۳۔الاعراف۔۱۴۵

۲۴-گیلانی،مناظر احسن مولانا،احاطۂ دارالعلوم میں بیتے ہوئے دن،ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان،۱۴۲۵ھ، ص:۹۸

۲۵-البقرہ،۲

۲۶- سی اے قادر،ڈاکٹر،معاشریات مذہب،ترتیب ڈاکٹر انور سدید،مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور،۱۹۹۱ء،ص:۸-۱۵

۲۷۔کتاب زندگی۔ص ۲۲۷ ۲۸۔ایضاً۔ص ۲۹۷

۲۹۔ایضاً۔ص ۵۶۰تا ۵۷۵

30.Feynman, Richard, P., Six Easy Pieces:Essentials of Physics by its most Brilliant Teacher, USA, Helix Books, 1995, p.2

31. Ibid.p.69

32. Ibid.p.52

33. Ibid.p.39

34. Ibid

35. Ibid.p.33

36. Ibid. p.84

37. Ibid. p. 47

۳۸- جامعی، سید خالد/ ہاشمی، عمر حمید، عالم اسلام میں جدیدیت اور روایت کی کشمکش، شعبہ تصنیف وتالیف ترجمہ، جامعہ کراچی، ۲۰۰۴ء، ص:۴۲-۴۳

۳۹- سرسید، احمد خان، تفسیر القرآن، انسٹی ٹیوٹ پریس علی گڑھ، ۱۸۸۰ء، ج-۱، ص:۷۱

۴۰- سرسید احمد خان، مقالات سرسید، مرتب شیخ اسماعیل پانی پتی، ۱۹۶۲ء، ج-۸، ص:۴۱

۴۱- سرسید احمد خان، مقالات سرسید، مرتب شیخ اسماعیل پانی پتی، ۱۹۶۳ء، ج-۱۵، ص:۲۶

۴۲- انہوں نے تفسیر ''تفسیر البیان علی اصول تفسیر القرآن'' سرسید کی تفسیر القرآن سے متاثر ہو کر لکھی، یہ اہل حدیث عالم تھے۔

۴۳- مصنف کی کتب دو قرآن

۴۴- سابق مدیر رسالہ ''حکمت قرآن'' لاہور اور سابق ڈائریکٹر اقبال اکیڈمی لاہور

۴۵۔ جناب ڈاکٹر ذاکر نائیک کی قرآنی سائنسی تشریحات وتعبیرات کے رد میں معرکہ آرا کتاب ''اسلام اور جدید سائنس نئے تناظر میں'' مصنف جناب ظفر اقبال قابل مطالعہ ہے۔

۴۶۔الذاریات۔۵۶

۴۷۔الملک۔۲

۴۸۔آل عمران۔۱۸۵